سید جعفر احمد

ماتم یک شہر آرزو

یکے بعد دیگرے پروفیسر غلام مصطفیٰ شاہ، ڈاکٹر اختر حمید خان اور پروفیسر کرار حسین جیسے مقتدر دانشوروں، ماہرین تعلیم اور معاشی اصلاح کے علمبرداروں سے محروم ہو جانے کے بعد یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ آج ہم بہ حیثیت قوم کہیں زیادہ غریب ہو چکے ہیں۔ ساز ہستی خواہ کتنا ہی نغمہ ریز ہو، تال کار ایک نہ ایک روز اس کو ٹوٹنا ہی ہوتا ہے۔ مگر ہستی سے عدم کی راہ اختیار کرنے والے اگر ڈاکٹر اختر حمید خان، پروفیسر کرار حسین اور غلام مصطفیٰ شاہ جیسے لوگ ہوں تو ان کا دنیا سے رخت سفر باندھنا، معاشرے کا ناقابل تلافی نقصان ہوا کرتا ہے۔

سید غلام مصطفیٰ شاہ نے ۸۱ برس کی عمر پائی۔ وہ ۱۸؍ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو ضلع ٹھٹھہ کے گاؤں قادر ڈینو شاہ میں پیدا ہوئے۔ آبائی گاؤں میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد انہوں نے سندھ مدرسۃ الاسلام میں داخلہ لیا جہاں سے انہوں نے ۱۹۳۷ء میں میٹرک کرنے کے بعد ڈی جے کالج اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں تعلیم جاری رکھی اور ایم۔اے اور ایل۔ایل۔بی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ ۱۹۴۳ء میں پروفیسر شاہ سندھ مسلم کالج میں اسسٹنٹ پروفیسر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۱۹۴۶ء میں ہند حکومت نے برطانیہ میں اعلیٰ تعلیم اور تحقیق کے ایک پروگرام کے لیے ان کا انتخاب کیا۔ وہ دو سال انگلستان میں رہے وہاں انہوں نے ڈرہم یونیورسٹی سے ایم۔ایڈ کی ڈگری حاصل کی۔ انگلستان سے ۱۹۴۸ء میں واپسی پر وہ گورنمنٹ کالج، حیدر آباد میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ وہ ڈائریکٹر آف ایجوکیشن بھی رہے اور پانچ سال تک سندھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیئے۔ ان کی تعلیمی خدمات ہی کے پس منظر میں ۱۹۸۸ء میں جب وہ قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے تو نئی حکومت نے اپنی وفاقی کابینہ میں انہیں تعلیم کی وزارت کا قلمدان سپرد کیا۔ ایک ماہر تعلیم اور منتظم کی حیثیت سے انہوں نے اپنے بارے میں ایک معاملہ فہم اور ڈسپلن کے بارے میں ایک اچھے منظّم انسان کا تاثر چھوڑا۔ انہوں نے سندھ میں تعلیم کے فروغ اور معیار کو بڑھانے میں غیر معمولی دلچسپی لی اور قائم شدہ اداروں کو مضبوط اور فعال بنایا۔

پروفیسر شاہ نے اپنے معاشرے کی اصلاح اور اس کی علمی استعداد میں اضافے کے لیے علمی و ادبی تنظیموں کی داغ بیل بھی ڈالی۔ وہ شاہ عبداللطیف سوسائٹی کے چیئرمین، سندھ مدرسہ بورڈ کے صدر اور یونیسکو کے ایگزیکٹیو بورڈ کے رکن تھے۔

پروفیسر شاہ وفاق پاکستان میں سندھ کے حقوق کی بازیافت کے لیے بھی کمربستہ رہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ''خادمان سندھ سوسائٹی'' بھی قائم کی جو سندھ کے اہل دانش کا ایک موثر پلیٹ فارم ثابت ۱۵
ہوئی۔ اس سوسائٹی کے مباحثے، اعلامیے اور مطبوعات سندھ کے مقدمے کو مربوط انداز میں پیش کرنے کا کارآمد ذریعہ ثابت ہوئے۔

پروفیسر شاہ کے ذوق کا ایک اہم میدان تصنیف و تالیف کا میدان تھا۔ وہ ثقافت، تاریخ و سیاست اور ادب کے شعبوں میں مستقل طبع آزمائی کرتے رہے۔ انکی تصانیف Towards Understanding the Muslims of Sindh (مطبوعہ ۱۹۳۴ء)، British in the Sub-continent (مطبوعہ ۱۹۶۴ء) اور Legacy of Britain (مطبوعہ ۱۹۷۲ء) خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور سندھ کی تاریخ اور اس خطے کی تعلیمی صورت حال پر انکے نتائج فکر کو پیش کرتی ہیں۔ پروفیسر شاہ کی ایک اہم علمی خدمت ول ڈیورانٹ کی Lessons of History کا سندھی میں ترجمہ بھی ہے۔

پروفیسر غلام مصطفیٰ شاہ نے ۱۹۷۳ء میں ''سندھ کوارٹرلی'' کے نام سے ریسرچ جرنل جاری کیا، جس میں سندھ کی تاریخ و سیاست پر مقالات کے علاوہ پاکستان کے مجموعی دروبست میں سندھ کو لاحق شکایتوں سے متعلق مضامین تواتر کے ساتھ شائع ہوتے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد ہی سے سندھ سے تعلق رکھنے والے سیاست دانوں اور تعلیم یافتہ طبقے کو مرکزی حکومتوں سے شکایتیں رہی ہیں۔ بے شبہ گزشتہ نصف صدی میں ہمارا سیاسی، انتظامی اور مالیاتی نظام شدید مرکزیت پسندی کا حامل رہا ہے۔ ایسے میں سندھ اور دیگر صوبوں کی شکایتیں بے سبب بھی نہیں رہی ہیں۔ ''سندھ کوارٹرلی'' کے مضمون نگار بالعموم سندھ
کے نقطۂ نظر کی توجیہہ و تشریح کرتے رہے۔ چنانچہ وہ قومی مالیاتی ایوارڈ میں سندھ کو ملنے والا حصہ ہو یا ۶
ملازمتوں میں سندھ کی نمائندگی کا مسئلہ، دریائے سندھ کے پانی کی مختلف صوبوں میں منصفانہ تقسیم کا موضوع ہو یا سندھی زبان کو اس کا جائز مقام دلانے کی مہم، ''سندھ کوارٹرلی'' نے ان تمام امور پر تقریباً باقاعدگی کے ساتھ مقالات شائع کیے۔ خود پروفیسر شاہ نے بھی مقالات تحریر کیے۔ وہ اپنے خیالات میں راسخ اور اپنے طرز اظہار میں بسا اوقات جذباتی بھی تھے، مگر ان کے خیالات سے اظہار اختلاف رکھنے والے بھی ان